توانا لہجے اور نئے امکانات کا شاعر: شریف ساجدؔ

رحمت علی شادؔ

زینت النساء چودھری

Absatract:

Sharif Sajid belongs to Pakpattan, city of Baba Farid. His poetic work, having deep influence of Baba Farid's teachings, reflects the indelible effects of mysticism. His work is a wonderful combination of classical and modern trends. He has produced remarkable verses in many languages like Urdu, Hindi, Brahwi, Persian and Punjabi. He has a unique poetic style with different dimensions of literary thought. His poetry carries various features of style, expression and presentation of great ideas. Dagh Dehlvi was guide and mentor of Sajid's teachers. He has written hymns to God and other religious personalities, Naats, Mankbats, ghazals and poems. The variety of subjects and artistic skill in his poetry verifies that he is a great poet of vigorous styleand impressive ideas.

نمو کی آرزو کو کس نے روکا ہے زمانے میں
ہیں بڑھتے سنگریزوں میں شجر آہستہ آہستہ [1]

بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی وجہ سے پاک پتن کو شہر فرید اور شہر علم و عرفان سے موسوم کیا جاتا ہے وہ اس لیے کہ اس شہر کی مٹی میں ایک خاصیت روحانیت بھی ہے ۔اس کی مٹی کو چھونے کا اعزاز اور فیض حاصل کرنے والوں میں علاؤالدین علی احمد صابر کلیری،خواجہ جمال الدین ہانسوی مولانا بدرالدین اسحٰق بخاری اور ایسے متعدد اکابر علما، مشائخ، حفاظ اور شعرا شامل ہیں۔خواجہ غلام فریدؒ اور سید وارث شاہؒ جیسی شخصیات نے بھی علم و ادب اور روحانیت کا فیضان اسی چوکھٹ سے حاصل کیا۔شریف ساجد کا تعلق بھی ''شہر فرید'' سے ہے؛ جو اردو، پنجابی اور فارسی زبان کے ایک درویش منش شاعر ہیں۔شریف ساجد ۵۔اپریل ۱۹۴۳ء کو پاک پتن میں پیدا ہوئے۔تمام عمر درس و تدریس سے وابستہ رہے شعری ذوق بچپن ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ان کی شعری تخلیقات میں ''چاند کسے دیکھتا

رہا''، ''سنگ ریزوں میں شجر''، ''لفظ لفظ نعت''، ''تنکا تنکا بکھر گئے کیسے'' اور ایک پنجابی مجموعہ ''سجن بے پرواہ نکلے نیں'' شامل ہیں؛ جن میں سے آخری دو مجموعے ابھی تک طباعت سے تکمیل آشنا نہیں ہو سکے۔ اصلاحِ سخن کے حوالے سے شریف ساجد نے باقر شاہ جہاں پوری کی شاگردی اختیار کی جو خاطر دہلوی کے شاگرد تھے اور خاطر دہلوی؛ نواب مرزا داغ دہلوی کے شاگردِ خاص تھے اور اس طرح صرف دو واسطوں سے ان کا تعلق داغ دہلوی سے جا ملتا ہے؛ اسی لیے ان کے اسلوب پر داغ دہلوی کے اثرات بھی واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ داغ دہلوی کی طرح شریف ساجد کا کلام بھی بذلہ سنجی، ندرت، تیکھا پن، حسن وعشق، زبان و بیان اور شوخی جیسی خصوصیات سے متصف ہے۔ مثال دیکھیے:

دوستو ! ایسا حسیں ڈھونڈ کے لاؤ، جاؤ
ہنس کے وہ بولا کہ باتیں نہ بناؤ، جاؤ
زخمِ دل حسرت و مہجوری و دوری توبہ
دل نے یہ رو کے کہا جاؤ بلاؤ، جاؤ [۲]

ہر شخص کی عادات اس کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ شریف ساجد اپنی عادات اور اپنے کام میں خلوص، لگن اور محنت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کے غم کو اپنا غم محسوس کرتے ہیں۔ سادگی، نرمی، متانت اور سنجیدگی ان کی شخصیت کا خاصا ہیں۔ شریف ساجد نے پاک پتن کے لوگوں کو شاعری کی اصل روح سے متعارف کروایا ہے۔ پاک پتن میں کوئی مشاعرہ چاہے وہ اُردو کا ہو یا پنجابی کا شریف ساجد کے بغیر نامکمل سمجھا جاتا ہے۔

شریف ساجد غزل کے میدان میں اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ وہ مشکل سے مشکل زمینوں میں بڑی روانی کے ساتھ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ بے ساختگی، برجستگی ان کے جلام کا خاصا ہیں۔ ردیف اور قافیے کا تنوع متاثر کن ہے؛ شعر کہنے کی صلاحیت اللہ کی طرف سے ان کی جبلت میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ شریف ساجد کی فکر؛ مطالعاتی اور مشاہداتی اعتبار سے انتہائی اثر انگیز ہے، رومان چوں کہ غزل کا بنیادی موضوع ہے اس لیے ان کے کلام میں رومانویت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے علاوہ ازیں انھوں نے اپنی شاعری میں معاشرتی مسائل اور ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق بھی کھل کر اظہار کیا ہے۔ شریف ساجد کی شاعری میں تغزل، محاورات نگاری، جدید اور عمدہ تراکیب بکثرت ملتی ہیں۔ شریف ساجد کا لب ولہجہ مسحور کن ہے جو قاری کے دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے جو ان کے شاعرانہ فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پروفیسر نوید عاجز ان کے کلام میں موجود فنی وفکری پختگی اور موضوعاتی تنوع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''شریف ساجد کی شاعری میں ہجر ووصال، جستجو وآرزو، عرفان وآگہی، بیم ورجا، حزن وملال، الفت ونفرت، شوخی وشرارت، تسلیم ورضا، محرومی وعطا؛ الغرض زندگی کے سبھی رنگ بھرپور آب

وتاب کے ساتھ جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں۔ کلاسیکی رنگِ سخن کی حامل ان کی غزل داخلی جذبات کی ترجمان ہے جو جذبۂ عشق سے سوز و گداز کشید کرتی ہے۔ ان کے ہاں تخیل کی بلند پروازی بھی ہے اور زبان و بیان کی شیرینی بھی۔ طرزِ ادا کا بانکپن بھی ہے اور بندش کی چستی بھی، ردیف اور قافیے کی ندرت بھی ہے اور ایجاز و اختصار بھی۔''[۳]

شریف ساجد جدت اور کلاسیکی روایت کے امین ہیں۔ ان کی شاعری زندگی کی بہترین عکاس ہے اور زندگی کو سنوارنے اور نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انھوں نے نئے نظریات اور نئی روایت کو کھلے دل سے قبول کیا ہے۔ ان کے ہاں جدیدیت کے کسی بھی رنگ کو شعوری طور پر اپنانے کی کوشش نہیں ملتی بل کہ جو رنگ بھایا اسی کا انتخاب کیا اور تخیل کے زور پر اسے شعروں کی لڑی میں پرو دیا۔ شریف ساجد صرف اور صرف شاعر ہیں؛ انھیں نظم یا غزل کا شاعر کہہ کر مخصوص خانوں میں مقید نہیں کیا جا سکتا؛ وہ ہر حال میں شاعر ہیں۔ ان کا اسلوب، معنوی پیرایہ اور فکر و آہنگ سب فطرت سے ترتیب پاتے ہیں۔ ان کا شعری اسلوب تغزل کی وادی سے بے نیازانہ گزر کر مقصدیت کی منزل کا متلاشی نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں رکھ رکھاؤ، تصورِ حسن و عشق، لسانی شعور، تصورِ محبوب، روایات اور جدت کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

شریف ساجد کی شاعری میں طویل اور مختصر ہر دو طرح کی بحور کا استعمال ملتا ہے لیکن وہ مختصر بحروں کو برتنے میں زیادہ کامیاب دکھائی دیتے ہیں؛ اسی وجہ سے اُن کے شعری اسلوب میں ابلاغ کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ شریف ساجد کے ہاں سوز و گداز کا کیف بھی پایا جاتا ہے۔ سوز اور فکر کی یہی بلندی معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ شریف ساجد اپنے شعری وجدان کی بدولت بخوبی جانتے ہیں کہ تاریکی میں روشنی کو کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے احساسات اور جذبات کو بڑے قرینے کے ساتھ پیش کر دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ ہجر و وصال، عرفان و آگہی، جذبات کی سچائی، خلوصِ فن، خود ستائی، خود نمائی، سوز و گداز الغرض زندگی کے سبھی رنگ اُن کی شاعری میں جلوہ گر ہیں۔ اُن کی غزل داخلی جذبات کی ترجمان ہے۔ اُن کے ہاں تخیل کی بلندی اور زبان و بیان کی شیرینی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کے فکری کینوس اور شاعری کے حوالے سے جمشید کمبوہ لکھتے ہیں:

''شریف ساجد ایک بالغ نظر شاعر ہیں؛ ان کی فکر کا کینوس اتنا ہی وسیع ہے جتنا زندگی کا۔ تصوف، عشق و محبت، ہجر و وصال، عصری مسائل، مابعد الطبیعاتی صداقتیں، فکری نکہتیں، استعاراتی رنگ نمایاں ہیں۔ اُجلے خیالات، حزنیہ، رزمیہ، نشاطیہ احساسات، نا آسودہ خواہشات، کومل جذبے، سجیلے الفاظ، جمالیاتی بصیرت، تلمیحاتی گل کاری، تازہ کاری، پُرکاری آمیز سادگی، باطنی دردمندی، رومان، نوسٹیلجیا، مترنم بحریں، نقرئی ترکیبیں اور طلائی تلازمے ان کے شاعرانہ تفوق کا اعلان و استناد ہیں۔''[۴]

شریف ساجدؔ نے جدت کے ساتھ ساتھ روایت سے بھی اپنا رشتہ برقرار رکھا ہے جو اُن کے جدید اور وضع دار ہونے کی دلیل ہے۔ گفتگو میں روزمرہ پیش آنے والے واقعات کو اپنے شعری قالب میں ڈھالنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ وہ زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہیں کیوں کہ یہ سب اُن کی جبلت کا حصہ ہیں۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے والہانہ لگاؤ اور بے پناہ عقیدت اُن کے کلام میں جا بجا جھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ فرید الدین گنج شکرؒ کے در سے وابستگی کے حوالے سے وہ ہمیشہ سرشار نظر آتے ہیں۔ اس طرح اُن کی دلی کیفیات الفاظ کا روپ دھار کر شعری سانچے میں ڈھل جاتی ہیں۔ ان کے کلام میں عارفانہ سوچ اور صوفیانہ فکر بھی پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک فقیری کا مقام امیری سے بڑھ کر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فقر کی گدڑی ہے منزل کا نشاں
اطلس و ابریشم و دیبا سراب ۵

بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی عقیدت انھیں اس مقام پر لے گئی ہے جہاں وہ ہر طرح کے غم سے آزاد ہو گئے ہیں:

مل گیا مجھے ساجدؔ سایہ فریدالدینؒ
مرتبہ بلند اُن کا ہے جہاں پناہوں میں ۶

شاعری میں اظہار کی مختلف صورتیں وجود میں آتی گئیں اور انسان اپنے خیالات کو نئے لفظوں اور نئے رنگوں کی صورت دیتا چلا گیا۔ انسان نے جو تصویر تخیل کے پردے پر بنائی وہ حیران کن حد تک حقیقت سے نزدیک تر تھی۔ اس طرح ایک کائنات نے انسان کے اندر جنم لیا جو شاعری قرار پائی۔ شریف ساجدؔ نے انسانی قدروں اور معاشرے کی بدلتی ہوئی صورتِ حال کو اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح سمویا ہے کہ کلاسیکی روایت تبدیل ہوئی، فکری روح بھی بدلی مگر اسلوبی ڈھانچہ اپنی اصل شکل میں ویسے کا ویسا رہا۔ شاعری میں خواہ کوئی بھی انداز کیوں نہ اپنا لیا جائے الفاظ اپنی تصویریں خود بنا لیتے ہیں۔ شاعر ایک جگہ ہجر میں بھی وصل کا متمنی نظر آتا ہے:

میں نہیں تنہا میرے ساتھ اُسے ڈھونڈتی ہیں
درد سے ہاری ہوئی دُھند میں لپٹی راتیں ۷

اسلوب، تخیل اور معانی کے حوالے سے شریف ساجدؔ نے اپنے کلام میں فکری جدت کو جلا بخشی ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

امیر شہر کی اس میں بقا ہے
عوام الناس کو مجبور رکھنا

(سنگریزوں میں شجر، ص: ۵۳)

نہیں پورے مناسک زندگی کے
تری الفت کا کیوں احرام بدلیں

(سنگریزوں میں شجر،ص:۳۳)

پھولوں پہ ہی موقوف نہیں زینتِ ہستی
رعنائی عالم بنے انفاس کے پتھر

(سنگریزوں میں شجر،ص:۱۲۱)

شریف ساجد نے فارسی زبان میں بھی اشعار تخلیق کیے ہیں جس سے ان کی فارسی ادب سے آگاہی اور وسیع مطالعہ ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔شریف ساجد کی شاعری کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ محض ایک ہی طرح کے دائرے میں قید ہو کر نہیں رہتے بل کہ دھیمے سُروں کے ساتھ آہستہ آہستہ آفاقی شکل اختیار کر جاتے ہیں اور پھر اس طرح کلاسیکیت کے پردے پر نمایاں ہونے لگتے ہیں جس سے جدت کی روشنی پھوٹنے لگتی ہے۔شریف ساؔجد نے اپنی شاعری میں سچے اور کھرے جذبات کا کھل کر اظہار کیا ہے۔انھوں نے روایت کی پاسداری کرتے ہوئے جدیدیت کی طرف بھی قدم بڑھایا ہے اور نئے امکانات کو روشن کیا ہے۔

سچ ہوا ختم کہ اب دار و رسن ختم ہوئے
کیوں نہ اب نعرہ اناالحق کا لگایا جائے

(سنگریزوں میں شجر،ص:۱۰۳)

شریف ساؔجد نے اپنی شاعری میں لفظوں کا انتخاب بڑی خوب صورتی اور بڑی عمدگی کے ساتھ کیا ہے۔ان کے لہجے میں رچاؤ، وابستگی اور والہانہ پن موجود ہے۔

ضبط غم کانچ کا پیکر جیسے
اُس کی یادیں ہیں چٹانیں یارو

(چاند کسے دیکھتا رہا،ص:۵۷)

کیا بگاڑیں گی اب مرا خوشیاں
میں غم و درد کی پناہ میں ہوں

(سنگریزوں میں شجر،ص:۵۱)

شریف ساجد نے معاشرے میں پیدا ہونے والے مسائل کی تصویر کشی خوب صورت انداز میں کی ہے۔

معاشرتی بے حسی کی وجہ سے انسانی خواہشات دم توڑتی نظر آتی ہیں۔شریف ساجد جن مسائل کو اپنے اردگرد محسوس کرتے ہیں انہیں الفاظ کی زبان عطا کر کے خوب صورت اور انوکھے انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔شادی، محبت کا تجربہ اگر کامیاب نہ رہے تو نہ ختم ہونے والے غموں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔شریف ساجد نے جو کچھ محسوس کیا اسے اپنے تخیل کے ذریعے خوب صورت انداز میں بیان کیا۔مثال ملاحظہ فرمائیں

تعلیم نوکری شادی محبت
غموں کا سلسلہ رکھا گیا ہے
(سنگریزوں میں شجر،ص:۲۴)

شریف ساجد معاشرے میں بسے ایسے افراد کا ذکر کرتے ہیں جن کی زندگی مشکلات، پریشانیوں اور غموں سے عبارت ہے جنھیں زندگی میں سکون نصیب نہیں ہوتا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے لواحقین ان سے جدائی کا کرب محسوس کرتے ہیں تو قبروں سے لپٹ کر روتے ہیں؛ اس کی قبر پر روز تازہ پھول برسائے جاتے ہیں اسی حوالے سے شریف ساجد نے اپنے جذبات اور دلی کیفیات کو بیان کیا ہے کہتے ہیں کیا اس شخص کو ان کے تازہ پھولوں کی ضرورت ہے؟ یہی تو المیہ ہے۔

روئیں گے لپٹ کر وہ مری قبر پہ باہم
ہوں دور کے وہ پھول کہ ہوں پاس کے پتھر
(سنگریزوں میں شجر،ص:۱۲۱)

عمر کانٹوں پہ گزاری جس نے
قبر پر اس کی گلِ تر برسے
(چاند کسے دیکھتا رہا،ص:۷۹)

شاعری ایک طرز کلام ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ادب میں اظہار کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں جو مختلف اوقات میں اپنی معنویت کے اعتبار سے بڑی موثر اور کارآمد ثابت ہوتی ہیں؛ اس لیے شعرا اپنے اپنے انداز میں اپنی بات، نظریات اور فکری رویوں کو شعری سانچوں میں ڈھال کر قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں؛ چوں کہ شاعرانہ اسلوب پر شاعر کی شخصیت، اُس کا ماحول، اُس کا نظریہ زندگی اور اس کا علمی مرتبہ براہ راست اثر انداز ہوتا ہے اس لیے ہر شاعر اپنے طرزِ بیان میں مزید انفرادیت کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے؛ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شریف ساجد بھی جداگانہ طرزِ فکر اور منفرد اسلوب کے حامل شاعر ہیں؛ جن کا کلام اپنے اندر زبان و بیان کی متعدد خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے؛ جن کے کلام میں سادگی، سلاست، طرزِ ادا، بانکپن، چستی بندش، بے ساختگی، شکوہِ الفاظ اور لطفِ زبان و بیان نمایاں ہیں۔اُن کا کلام نہ صرف شستہ و شائستہ ہے بل کہ اس میں

شیرینی اور مٹھاس بھی موجود ہے۔ راقم نے اپنے ایک مضمون میں شریف ساجد کی شعری خصوصیات، شاعری میں موجود امکانات، مختلف زبانوں پر دسترس اور انفرادیت کے حوالے سے لکھا ہے:

''شریف ساجد کا طرزِ سخن منفرد اور یگانہ ہے۔ ان کے اشعار نئی معنویت سے مزین ہیں اور بے شمار امکانات لیے ہوئے ہیں؛ چوں کہ وہ بنیادی طور پر فارسی ادبیات کے استاد رہے ہیں تو ان کے کلام میں فارسی تراکیب کا آنا ایک فطری سی بات ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے آپ کو نہ صرف عربی، اردو، پنجابی، انگریزی اور ہندی زبانوں تک محدود رکھا بل کہ فارسی زبان کے الفاظ بھی ان کے کلام کا حصّہ ہیں۔''[۸]

شریف ساجد نے نہ صرف فارسی پڑھی بل کہ فارسی کو بحیثیت استاد پڑھایا بھی ہے اس بنا پر فارسی زبان وادب سے اُن کا بڑا گہرا تعلق ہے اسی لیے اُنھوں نے فارسی زبان میں طبع آزمائی بھی کی ہے؛ علاوہ ازیں ان کے اردو کلام میں بھی فارسی تراکیب کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ ان کے کلام سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

کر دیا پست تیری چاہت نے
در نگاہ خرد بلند ہیں ہم
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۴۰)

وہ تنک خوئی اک ضرورت تھی
ورنہ ساجد نیازمند ہیں ہم
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۴۱)

جدید انداز اختیار کرنا یا تحریر میں نیا پن پیدا کرنا، سجانا، نقش نگاری کرنا، بنانا، سنوارنا؛ جدت طرازی کہلاتا ہے۔ شریف ساجد نے بھی جدت طرازی سے کام لیتے ہوئے اپنے کلام کو لفظوں کی مینا کاری سے سجایا اور سنوارا ہے۔ ان کے کلام میں پائی جانے والی جدت طرازی کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مزدور کی بیٹی کے ہوئے ہاتھ نہ پیلے
بن بن کے بگڑتا رہا بارات کا نقشہ
افلاس نے خوشیوں کی ہر ایک یاد بھلا دی
اب یاد کسے عید کا، شبرات کا نقشہ
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۴۳)

شاعر اپنے لفظوں کے ذریعے ایسی دنیا تخلیق کرتا ہے جس میں تصویریں گفتگو کرنے لگتی ہیں اسے امیجری یا

تصویر کاری کہا جاتا ہے؛ اس طرح شاعر حقیقت سے دور اپنی پسند کا ایک الگ جہاں آباد کر لیتا ہے۔ جدید تر غزل میں ایسا رجحان زیادہ تر دیکھنے میں آتا ہے کہ قاری شاعر کے کلام کی فضا کو با قاعدہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ شاعر اپنے کلام میں ایسی تصوراتی دنیا تشکیل دیتا ہے جو اس کے خیالات کی شکل میں ہوتی ہے جو لفظوں کی صورت میں دکھائی جائے۔ شاعر کی قادر الکلامی سے الفاظ کے اندر ایسی جادوگری پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی بھی صورت حال کی تصویر کشی آسانی سے پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ مقام منظر نگاری سے آگے کا ہوتا ہے جہاں پہنچ کر تصویریں بولنے لگتی ہیں اور ان کی شاعری سے قاری لطف اندوز ہونے لگتا ہے۔ شریف ساجدؔ کے کلام میں تصویر کشی کی عمدہ مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں:

غزنوی بن کے آ گیا کوئی
لٹ گئے سومنات کی صورت
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۳۵)

شاعر انسانی فطرت، اپنے معاشرے میں رہنے والے لوگوں، اپنے آس پاس کے ماحول اور ارد گرد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی سچی اور کھری تصویر کشی کرتا ہے جسے حقیقت نگاری کا نام دیا جاتا ہے لیکن ہمارا معاشرہ تضادات کا مجموعہ ہے یہی دوہرا معیار ہمارے معاشرے کی زوال پذیری کا باعث بنتا ہے۔ خود غرضی آسیب کی طرح سوچوں پر طاری ہو چکی ہے۔ سماج کی ناہمواریوں کو دیکھ کر کوئی بھی حساس شاعر اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ سچی اور اعلیٰ سوچ رکھنے والا شاعر اور ادیب معاشرے کے انھی تضادات کا پردہ چاک کرتا ہے اور اس کے اصل چہرے کو بے نقاب کرتا ہے کیوں کہ وہ حقیقت نگار ہوتا ہے۔ شریف ساجدؔ کے کلام میں حقیقت نگاری کی بے شمار مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ وہ بڑھاپے کو پریشانی کا نام دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

بڑھاپا ہی سمجھ میں آ رہا ہے
پریشانی کا گر ہم نام بدلیں
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۳۳)

رجائیت پسندی انسان کو مایوسی کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے روشنی کا کام دیتی ہے۔ اس کی بدولت انسان میں زندگی کے روشن پہلو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زندگی کے روشن پہلوؤں کو دیکھنے والا انسان اپنے دکھوں اور غموں کو اپنا روگ نہیں بننے دیتا۔ شریف ساجدؔ کے کلام میں رجائیت پسندی ایک معتبر حوالہ ہے:

نہ ہو واپس کہیں مایوس ہو کر
دریچہ اک کھلا رکھا گیا ہے
(سنگریزوں میں شجر، ص: ۳۳)

شریف ساجدؔ کی نظمیں آسان، سادہ اور موثر ہونے کی وجہ سے قاری اور سامع کے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ ان

کے خیالات منفرد اور لب ولہجہ توانا ہے۔ جب کسی انسان کے خیالات منتشر ہوتے ہیں تو وہ اپنی ذات میں اُلجھا رہتا ہے اور اسے خود سے در پیش ہر مسئلہ پیچیدہ نظر آنے لگتا ہے۔ شریف ساجدؔ اپنے خیالات اور سوچوں کو بڑی عمدگی سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ شاعر چوں کہ مزاجاً فطرت پسند اور فطرت شناس ہوتا ہے اس لیے وہ فطرت کے تقاضوں کو بہتر طور پر سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ شریف ساجد بھی فطرت سے محبت کرنے والے شاعر ہیں۔ شریف ساجدؔ دوسروں کے دکھ درد کو اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے معاشرتی مسائل کو اپنی شاعری میں بڑی سنجیدگی سے پیش کیا ہے۔ وہ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں ان کے کلام میں موضوعات کا تنوع، گرد و پیش کا گہرا مشاہدہ اور منفرد اسلوبِ بیان اس بات کے غماز ہیں وہ فکری اور فنی ہر دو لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ ڈاکٹر اسحاق آسی؛ شریف ساجد کو ''شاعر فطرت'' قرار دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ان کے کلام میں ایسا وجدانی کیف پایا جاتا ہے جو مردہ دلوں میں زندگی کی لہر دوڑا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''شریف ساجد کا شمار پاک پتن کے علمی و ادبی حلقوں میں اُن کی شاعرانہ فطرت اور شریفانہ اخلاق کی بدولت ہمیشہ سے عزت و احترام سے ہوتا رہا ہے۔ وہ اردو کے ساتھ، فارسی شعر و ادب سے انتہائی شغف رکھنے والے اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ شریف ساجد کی شاعری میں تصوف، عقیدتِ گنج شکرؒ، غمِ دوراں اور غمِ جاناں کے ساتھ زندگی کے جسم اور اس کے رگ و پے میں تفکر و انقلاب، معاشرتی ناسوروں کی نشان دہی اور فطرت کے نظاروں کو دیکھ کر عشق کی مستی اور وجد کی کیفیت بھرے خون کی روانی موجود ہے جو کہ ایک بڑے شاعر ہونے پر دال ہے۔''[9]

شریف ساجدؔ اپنی نظموں میں نہ صرف خیال اور موضوع کو اُس کی اصل اساس کے ساتھ بہتر انداز میں بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بل کہ فنی پختگی اور لہجے کا دھیما پن ان کی شاعری کو اس قدر پُر تاثیر بنا دیتا ہے کہ پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ شریف ساجدؔ اپنی شاعری میں جدید طرزِ سخن کو اپناتے ہیں مگر جدت پسندی کے ساتھ ساتھ اُن کے ہاں ہمیں روایت کی پاسداری بھی نظر آتی ہے۔

حمدِ باری تعالیٰ، نعت، منقبت، سلام، غزل اور نظم ان کے میدان ہیں۔ اُن کی حمد میں اپنے رب کے ساتھ محبت کا اظہار بڑے منفرد انداز میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ شریف ساجد کا تعلق ایسی دھرتی سے ہے جو صدیوں سے نامور بزرگوں اور بلند مرتبت صوفیاء کا مسکن رہی ہے اس نسبتِ خاص کی وجہ سے اُن کے کلام میں صوفیانہ طرزِ فکر اور عارفانہ مزاج در آیا ہے؛ اسی لیے تصوف شریف ساجد کا پسندیدہ موضوع ہے؛ علاوہ ازیں انھوں نے بتایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے ذکر کی بدولت حق کی روشنی اور سچائی کا نور بکھیرتا رہے گا یعنی یزیدیت اصل میں باطل قوتوں، ظالم اور غاصب حکمرانوں کی علامت بن چکا ہے۔ شریف ساجدؔ نے حضرت امام حسینؑ عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں سلام پیش کرتے ہوئے غمِ حسینؑ کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا ہے اور وہ امام عالی مقام کے حضور یوں عرض گزار ہوتے

ہیں کہ اے عالی مقام حسینؑ مجھ ایسے بے حال کو اپنی محبت کا جام دیں اور میرے سلام کو اپنی جناب میں قبولیت کا شرف بخشیں:

ہے عبادت کی حد حسینؑ کا غم
جنتوں کی سند حسینؑ کا غم
زندہ و تازہ و فزوں تر ہے
ضوفشاں تا ابد حسینؑ کا غم
میں ہوں نازاں مجھے ملا ورثہ
دے گئے میرے جد حسینؑ کا غم
دے محبت کا ایک جام امامؑ
ساجدؔ خستہ کا سلام امامؑ [۱۰]

شریف ساجدؔ نے اپنی نظموں میں نہ صرف فکری موضوعات کو بیان کیا ہے بل کہ انھوں نے اپنے کلام میں پیکر تراشی، محاکات نگاری، استعارات، تراکیب اور اپنی وضع کردہ علامات کو بھی بڑے احسن انداز میں برتا ہے۔ شریف ساجدؔ نے غزل اور نظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ہم شریف ساجدؔ کو محض عروضی شاعر نہیں کہہ سکتے ہاں البتہ عروضی آہنگ اللہ تعالیٰ نے ان کی جبلت میں ودیعت کر رکھا ہے۔ ان کی شاعری میں آہنگ، لَے اور تغزل کا دلکش اور حسین امتزاج پایا جاتا ہے؛ جب ہم ان کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک عجیب طرح کی مسرت اور سرخوشی کے احساس سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ ان کے الفاظ کومل، سہل اور دلکش ہیں۔ بحریں سادہ، رواں اور مترنم ہیں۔ قافیے اور ردیف کا استعمال اچھوتا اور متاثر کن ہوتا ہے۔ فنی لحاظ سے شریف ساجد کی غزل اور نظم متعدد خوبیوں سے آراستہ ہیں۔ ان کے ہاں جذبے کی گہرائی اور گیرائی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کی شاعری میں پائی جانے والی سچائی ان کے حقیقی تجربات کی نشان دہی کرتی ہے۔ ان کے کلام میں شکوہ الفاظ کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ زبان و بیاں میں فنی وفکری پختگی اور اس کا نکھرا ہوا اسلوب شریف ساجدؔ کو عصرِ حاضر کے دیگر شعرا سے منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔ استادانہ رنگ میں شریف ساجد نے سماج کی غلط رسومات کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کی شاعری کو جدید اور قدیم رنگوں کا خوب صورت امتزاج قرار دیتے ہوئے عباس ثاقب یوں رقم طراز ہیں:

''شاعری میں خالص استادانہ رنگ، استادانہ لہجہ، علم عروض میں مہارت، جدید و قدیم رنگوں کا حسین امتزاج، قطعہ تاریخ کہنے کی استادانہ روایت کے امین جناب شریف ساجد، اردو کے علاوہ فارسی اور پنجابی شاعری میں بھی اپنا الگ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں فلسفیانہ تصورات وعقائد

بھی پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے عشقیہ شاعری سے آگے بڑھتے ہوئے فلسفۂ وحدت الوجود، مقامِ فنا اور مقامِ حیرت کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہے۔''[۱۱]

شریف ساجد کی نظموں کے حوالے سے دیکھیں تو ان کی نظم ''کشمیر کا مرثیہ'' ۲۰۰۵ء میں آنے والے زلزلے کے نتیجے میں ہونے والی تباہ کاری کو بڑے المیہ انداز میں بیان کیا گیا۔ ''جب عراق نے کویت پر حملہ کیا'' اس نظم میں اسلامی ممالک کے ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور اس کے پس منظر میں کارفرما محرکات، نااتفاقی، کمزور ملکوں کے وسائل پر قبضہ کرنے کی دوڑ، حرص وہوس اور انکل سام کے اشاروں پر ناچنا مسلم ممالک کے حکمرانوں نے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے؛ جس پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ نظم ''یوم پاکستان'' میں اپنے پیارے وطن کی عظمت اور اس کی روایتوں کو حب الوطنی کے جذبے سے سرشار سلام پیش کیا گیا ہے۔ ان کی ایک نظم ''۶ ستمبر'' پر تحریر کردہ ہے جس میں ہمارے نوجوانوں کی بہادری اور شجاعت کے ساتھ ساتھ جذبہ ایمانی کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ نظم ''خوشی کے آنسو'' شریف ساجؔد کی آزاد نظم ہے مذکورہ نظم جدید شعری اسلوب کا عمدہ نمونہ ہے۔ نظم ''کشمیر کا مرثیہ'' میں الفاظ کا چناؤ، قافیہ و ردیف کا استعمال بھرپور اور متوازن طور پر کیا گیا ہے۔ ان کے کلام میں استعارہ وتشبیہ کا استعمال بھی عمدہ ہے۔ مثال کے لیے شعر ملاحظہ فرمائیں:

مرے مکانوں میں کیا دیو پھر گیا کوئی
اُجاڑ گھر ہیں سنسان سے میرے آنگن

(تنکا تنکا بکھر گئے کیسے، غیر مطبوعہ)

شریف ساجؔد نے فنی حوالے سے اپنی نظموں میں مرکب عطفی کا استعمال بھی خوب کیا ہے۔ جیسے ''زمین وزمن'' اور ''مرد وزن'' وغیرہ۔ شعری امثال ملاحظہ فرمائیں:

زمین کھا گئی کڑیل جوان بیٹوں کو
جئیں گے کیسے بھلا اب وہ پیر مرد و زن
الٰہی مجھ میں تیرے دین دار بندے تھے
پھر ان سے کس لیے اُکتا گئے زمین و زمن

(تنکا تنکا بکھر گئے کیسے، غیر مطبوعہ)

عہد حاضر میں متعدد نعت گو شعرا اپنے اپنے رنگ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدح وستائش کے سرمدی ترانے گاتے نظر آتے ہیں۔ شریف ساجؔد بھی نعت کے ایسے عمدہ شاعر ہیں جو اپنے اسلوب اور جدت ادا کے رنگوں سے اس گلشن کی جمالیاتی قدروں میں اضافے کا سبب بنے ہیں وہ عرصہ دراز سے نعت کو مستقل طور پر اپنی زندگی کا پیرہن اور اپنی سوچوں کا مسکن بنائے ہوئے ہیں۔ اُن کی نعت مقصدی رنگِ سخن کی حامل ہے جس میں

موضوعات کا تنوع، سیرت طیبہ کے فیوض و برکات، فیضان رسالت کی ہمہ گیری، عجز و نیاز کا اظہار، صفات نبوی کی روشنی کی کہکشاں، طیبہ کی حاضری کی آرزو، باادب منفرد القابات، سیرت و اخلاق نبوی کا تذکرہ، جیسے موضوعات شریف ساجد کے نعتیہ گلستان کی زینت ہیں اس حوالے سے سید ریاض حسین زیدی رقم طراز ہیں:

''جناب شریف ساجد کا شمار بھی ان خوش بخت نیک نہاد اور فرخ نژاد شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے عہدِ نو میں صنفِ نعت کی نوخیز بالیدگیوں اور کمال آفریں قلبی لذتوں میں گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے نعت کیا ہے؟ کے ذیل میں ایسے پُر بہار بیانیے اور اظہاریے قلم بند کیے کہ ہزاروں صفحات پر مضامینِ نعت کی تدوین سے بے نیاز کر دیا۔ توحید اور نعت کے خوب صورت ادغام کا حق ادا کر دیا ہے؛ محض لفظی یا قافیہ پیائی کی فنی ریاضتیں نہیں کیں؛ ہر لفظ اور ہر ترکیب فطری انداز میں ان کے قلم سے ادا ہوئی ہے۔ صرف شمائل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری خدوخال ہی بیان نہیں کیے جو عموماً نعت گو حضرات کا شیوہ رہا ہے بل کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم گیر اور دائمی انقلابِ خیر کے روح پرور مضامین بھی پیش کیے ہیں۔'' ۱۲

قرآن پاک اللہ رب العزت کے احکامات پر مبنی ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جس میں قیامت تک انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سامان موجود ہے۔ کائنات کے خالق کا اس سے بھی بڑا احسان آقائے ہر دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تاج ختم نبوت سے سرفراز فرمانا ہے کہ جن کی زندگی کا ہر لمحہ قرآن مجید کی جاں نواز عملی تفسیر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قرآن پاک کے ہر حکم کو اپنی عملی زندگی میں اخلاق کے ساتھ گزار کر دکھایا جس کی مثال تاریخ عالم بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ کی اک اک ادا بیان فرمائی ہے؛ اس لیے عشاق یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سارا قرآن نعت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔ شریف ساجد کے نزدیک قرآن پاک نعت کی عملی تفسیر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صورتِ مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بیان کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

آیات مبارک تیری عادات کی مظہر
قرآن بہ الفاظِ دگر نعت و قصیدہ ۱۳

شاعری ایک طرزِ کلام ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ اظہار کی مختلف صورتیں، مختلف اوقات میں موثر اور کارآمد ثابت ہوتی ہیں؛ اس لیے شعرا اپنے منفرد انداز میں اپنی بات قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں؛ چوں کہ شاعرانہ اسلوب پر شاعر کی شخصیت، اُس کا ماحول، اُس کا نظریۂ زندگی اور اُس کا علمی مرتبہ براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے؛ اس لیے ہر شاعر اپنے طرز بیان میں انفرادیت کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے اس لحاظ سے شریف ساجد بھی ایک جداگانہ طرز کے نعت گو شاعر ہیں۔ شریف ساجد کا کلام زبان و بیان کی

بہت سی خوبیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جس میں سادگی، بے ساختگی، سلاست، لطفِ بیاں اور طرزِ ادا کا بانکپن جیسی خصوصیات نمایاں ہیں۔ یہ سراسر بیانِ نعت کا اعجاز ہے کہ اُن کا کلام نہ صرف سستہ و شائستہ ہو گیا ہے بل کہ اس کی تاثیر بھی دو چند ہو گئی ہے۔

دیکھنا سرکار کی رحمت کا سایہ چار سُو
اور گنہگاروں کا ان کو مسکرا کر دیکھنا

(لفظ لفظ نعت، ص:۲۸)

شریف ساجدؔ کے کلام میں زبان بیان، فصاحت و بلاغت کی پاس داری، روزمرہ اور محاورہ کا برمحل استعمال نظر آتا ہے۔ اُن کے ہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں جو زبان کی صفائی، خیال کی پاکیزگی اور جملے کی روانی سے مزین نہ ہوں مثال دیکھیے:

مہرباں ہو کے مرے دل کو منور کر دے
میری شب کو بھی شہاؐ رشکِ سحر کر جانا

(لفظ لفظ نعت، ص:۹۰)

سرکارؐ کے جلووں سے منور مرے دل کو
کر دیجیے حرمین شریفین کے صدقے

(لفظ لفظ نعت، ص:۱۲۲)

جب کلام میں تکلف اور تصنع کا عنصر نہ ہو اور شعر عام بات چیت کا سا انداز لیے ہوئے ہو تو شعر کی اس خوبی کو بے ساختگی کا نام دیا جاتا ہے۔ شریف ساجدؔ کے کلام میں کبھی جذبے سے، کبھی سوز و گداز سے اور کبھی تحسین و آفرین سے بے ساختگی کا عنصر کشید کرنے کی سعی نظر آتی ہے۔ مثال ملاحظہ فرمائیں:

آنکھ یادِ نبیؐ میں ہے نم دوستو
یہ بھی ہے ان کا لطف و کرم دوستو

(لفظ لفظ نعت، ص:۱۱۳)

شریف ساجدؔ کا نعتیہ کلام ایسی تراکیب سے مزین ہے جن میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے اور یہی جذبہ اور فن ان کے کلام کو زیادہ جان دار بنا دیتا ہے۔ ان کے کلام میں عطفی، اضافی، توصیفی، تراکیب کو بہت ہی خوب صورت انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔ مستی عشق، لطف و کرم، کیف و کم، راحتِ دوجہاں، گوشۂ داماں، ذوقِ طلب، دربانِ محمدؐ، گلستانِ محمدؐ، شبِ تار، رشکِ قمر، مداحِ خیر البشرؐ، ظہورِ آخر، تزئینِ عالم،

فخر آدم، تسکینِ روح، تخلیقِ عالم، محبوبِ خالق جیسی تراکیب کا استعمال شریف ساجد کے کلام میں بھی بڑی عمدگی سے کیا گیا ہے۔ مرکبِ اضافی اور مرکبِ عطفی کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

زہرا و حسینؓ و حسنؓ و کرار
کس شان سے مہکا ہے گلستانِ محمدؐ

(لفظ لفظ نعت، ص:۱۰۹)

کسی بھی تخلیق کار کی فکری و فنی تربیت میں اس کا احوال بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ایک تخلیق کار جو کچھ اپنے ماحول سے اخذ کرتا ہے پھر اسے اپنے مخصوص لب و لہجے میں سماج کو واپس کر دیتا ہے۔ شریف ساجد کی شاعری کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں معانی و بیان، زبان کی سادگی، سلاست، محاورے، تراکیب اور سماجی شعور واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ کیا محض زبان و بیان کی صفائی، محاورات اور روزمرہ کے فنکارانہ استعمال، زبان کی سادگی اور چست بندشوں کی بدولت کوئی شاعر اہم ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں! کیوں کہ شاعری میں اور بھی بہت سے محاسن کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کسی شاعر کی شاعری کو پرکھنے کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ایک طرف اس کے مطالب و مفاہیم اور فکری سطح کا اندازہ لگایا جائے اور دوسری طرف اس کی تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار و ابلاغ کا ادراک کرنے کے علاوہ اس بات پر بھی غور کیا جائے آیا کہ شاعر کی اپنی کوئی مخصوص آواز یا لب ولہجہ بھی ہے؟ اب ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ فکری انفرادیت اور فنکارانہ مہارت کا کھوج لگائے بغیر کسی بھی شاعر کی قدر و قیمت کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا۔

شریف ساجد کی شاعری کے اثرات ان کے تلامذہ کے ہاں بھی دیکھے جاسکتے ہیں بل کہ شریف ساجد کی جدید غزل کی گونج آنے والی نسلوں میں بھی سنی جائے گی اور بلاشبہ یہ ان کے شعری لہجے کی توانائی کی ہی بدولت ہے۔ ان کی غزل محبت کے لازوال احساس اور ہمہ نوع جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔ انھوں نے غزل کے پیرائے میں زندگی کے تمام پہلوؤں کی نمائندگی کی ہے اسی لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کی شاعری ہر لحاظ سے امکانات سے بھرپور اور توانا لہجے کی حامل ہے۔

حواشی:

۱۔ شریف ساجد، سنگریزوں میں شجر، (لاہور: اکبر لاہوری فاؤنڈیشن، فروری ۲۰۱۴ء)ص ۱۹

۲۔ شریف ساجد، تنکا تنکا بکھر گئے کیسے، غیر مطبوعہ، مخزونہ راقم الحروف

۳۔ شریف ساجد، سنگریزوں میں شجر، فلیپ

۴۔ جمشید کمبوہ، مضمون، لے لہجے اور لہر کا لاڑا: شریف ساجد، مشمولہ، کتابی سلسلہ ''اظہار پاک پتن''، شمارہ:۳، ص ۲۳

۵۔ شریف ساجد، چاند کسے دیکھتا رہا، (لاہور: ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۰۷ء)ص ۲۷

۶۔ ایضاً، ص ۲۷

۶۔ شریف ساجد، سنگریزوں میں شجر، ص ۳۹

۷۔ رحمت علی شاد، ڈاکٹر، مضمون، شریف ساجد کی شعری کائنات، غیر مطبوعہ، مخزونہ راقم الحروف

۸۔ اسحاق آسی، ڈاکٹر، انٹرویو، بمقام: گورنمنٹ ہائی سکول ۲۹۔ایس پی، پاک پتن، ا۔بجے دوپہر، ۱۷۔جنوری ۲۰۱۸ء

۹۔ شریف ساجد، مناقب وسلام، منقبت امام حسین، غیر مطبوعہ، مخزونہ راقم الحروف

۱۰۔ عباس ثاقب شاہ، مضمون، چاند کسے دیکھتا رہا: ایک مطالعہ، مشمولہ، کتابی سلسلہ ''اظہار پاک پتن''، شمارہ:۳، ص:۳۱

۱۱۔ ریاض حسین زیدی، مضمون، شریف ساجد کی منفرد نعت گوئی، مشمولہ 'لفظ لفظ نعت' از شریف ساجد (پاک پتن: ادب قبیلہ پبلشرز، ۲۰۱۷ء)ص ۱۰

۱۲۔ شریف ساجد، لفظ لفظ نعت، ص ۲۲